شذرات

عصرِ وسطیٰ میں صلیبی حملوں کا اصلی سبب مسلمانوں کا باہمی اختلاف اور افتراق تھا مسلمانوں کے کئی چھوٹے چھوٹے ممالک بن گئے تھے جن کے حکمران بغداد کی خلافت اور مرکزی حکومت سے باغی ہوگئے تھے، ان میں ملک گیری اور مملکت کو وسعت دینے کی ہوس پیدا ہوگئی تھی، اس لیے ان کی باہمی لڑائیاں شروع ہوگئی تھیں، اس میں ان کو یہ بھی شرم نہیں آتی تھی کہ وہ اعداءِ اسلام رُومیوں سے بھی مدد مانگتے تھے اور پڑوسی مسلم ممالک پر حملہ آور ہوتے تھے۔

بغداد کی مرکزی حکومت میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ اپنے ماتحت چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو زیر کرسکے اور وہ اپنے سے غالب لوگوں کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ گئے تھے۔ اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ مسلمانوں میں اپنے دشمن تاتاریوں اور صلیبیوں سے مقاومت کی طاقت ختم ہوگئی تھی۔ صلیبی بلادِ شام میں آگئے اور اس کے بڑے بڑے ساحلی شہروں پر غالب آگئے، یہاں تک کہ عکا میں جتنے مسلمان تھے ان کو قتل کیا، پھر بیت المقدس میں داخل ہوگئے اور وہاں بڑی تباہی پھیلادی۔

دو صدیوں تک برابر ان کے اور مسلمانوں کے درمیان لڑائی کی آگ بھڑکتی رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حکومت کو ختم کیا اور ان کا خطرہ خلیل بن منصور قلادون کے ہاتھ سے ٹل گیا۔ امام ابن تیمیہ نے اپنے بعض رسائل میں ان صلیبی لڑائیوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان اسباب کی بھی نشان دہی کی ہے جس سے یہ لڑائیاں پیدا ہوئیں۔ رسالہ الفرقان میں فرماتے ہیں: جب مسلمانوں میں دینِ رسولؐ کے خلاف نفاق، بدعت اور فسق و فجور ظاہر ہوا تو ان پر اعداء کو

مسلط کیا گیا۔ نصاریٰ یکے بعد دیگرے شام اور جزیرے کی طرف آتے رہے، انھوں نے شام کی کچھ سرحدوں پر بھی قبضہ کیا، یہاں تک کہ پانچویں صدی کے اواخر میں بیت المقدس کو بھی لے لیا۔ ایک مدت کے بعد انھوں نے شام کا محاصرہ کیا، شام کے لوگ دو مصیبتوں کے درمیان پھنسے ہوئے تھے۔ ایک طرف کفار نصاریٰ تھے تو دوسری طرف منافقین ملاحدہ تھے۔ مسلمان صلیبیوں کے رعب اور لڑائیوں میں پھنسے ہوئے تھے تو ان پر ایک دوسری مصیبت تاتاریوں کا چنگیز خان کی قیادت میں حملہ تھا۔ یہ اسلامی ممالک کی بیخ کنی کرتے جاتے تھے۔ یہ لوگ سخت جان، خون بہانے کے پیاسے اور لوٹ مار کے عادی تھے۔ اس میں انھوں نے کافی زیادتی کی۔ ۶۵۶ھ میں انھوں نے بغداد پر قبضہ کیا، خلیفہ معتصم کو قتل کیا اور اس آباد شہر کو بالکل تباہ و برباد کردیا۔ تاتاریوں کے غلبے کے بعد اس شہر کی جو تباہی ہوئی اس کا ابن کثیر نے اس طرح نقشہ کھینچا ہے — وہ فرماتے ہیں :-

"جب امر مقدر ہو چکا اور چالیس دن گزر گئے تو بغداد میں کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا اور راستوں پر مقتولین کے انبار پڑے تھے اور مٹی کے تودے معلوم ہوتے تھے، بارش پڑنے کی وجہ سے ان کی صورتیں مسخ ہوگئی تھیں، سارا شہر بدبودار بن گیا تھا، اس کا ہوا پر اثر پڑا جس کی وجہ سے وبا پھیل گئی، اس ہوا کا اثر شام پر پڑا اور ہزاروں آدمی شام میں مرگئے اور وہاں بھی بڑی تباہی پھیل گئی۔"

امام ابن تیمیہ تاتاریوں کے مقابلے میں جہاد کے اندر شریک رہے اور ان کے حملوں کی وجہ سے اپنے وطن حران سے شام کو ہجرت کی۔ شام کی جامع مسجد میں لوگوں کے اجتماع کو خطاب کرتے رہتے تھے اور ان کو جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کے لیے ابھارتے رہتے تھے۔

جب تاتاریوں نے دمشق کا محاصرہ کیا تو تاتاریوں کے قائد غازان سے ہم کلام ہونے کے لیے جو مسلمانوں کا وفد گیا تھا اس کے قائد شیخ الاسلام ابن تیمیہ تھے اور اس جرأت سے باتیں کیں کہ ان کے دوسرے ساتھیوں فقہاء اور قضاۃ کو یقین ہوگیا کہ ان کو قتل کیا جائے گا۔

عرب حکومتوں کی آج وہی حالت ہے جو صلیبیوں اور تاتاریوں کے حملے کے زمانے میں تھی، اس وقت حملہ آور نصاریٰ تھے اور آج ان کے گماشتے یہودی ہیں۔ اللہ امان دے۔

جب پاکستان کی تحریک زوروں پر تھی تو عام طور پر قرآنی قانون کا نعرہ ہر لیڈر سے سننے میں آتا تھا - پاکستان بننے کے بعد پھر اور باتیں ہونے لگیں - کچھ لوگوں نے اس کا سبب قومی زبان کو قرار دیا اور کچھ نے مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی کو اس کا سبب قرار دیا - مسلمانوں کے دینی طبقے نے پاکستان کا اصلی سبب قانونِ الٰہی کے اجراء کو قرار دیا اور شروع سے اس کے لیے قربانیاں دیتے رہے -

اب جب کہ قرآنی نظام کے لیے فضا سازگار نظر آرہی ہے تو عُلماء کا فرض ہے کہ قرآنی نظام کی تعبیر پر باہمی اتحاد قائم رکھیں - جدید دنیا کی ضرورتوں کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے - قرآنِ مقدس ایک ابدی قانونِ فطرت ہے جو ہر دور کے تقاضوں سے موافقت رکھتا ہے، سُنّت اس کے لیے بمنزلۂ شرح ہے، ان دونوں کو ہر بات میں مقدم رکھنا چاہیے - ائمہ مجتہدین کی آراء میں تطبیق کی کوشش کی جائے، اس میں مؤطا امام مالکؒ بڑے کام کی چیز ہے، اس کو سامنے رکھا جائے !